Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies (MJIS)
ISSN 3007-3820 (Print) | 3007-3812 (Online)
(July-December) 2025, 2:2 (25-52)

محی الدین جرنل آف اسلامک اسٹڈیز
(جولائی–دسمبر ۲۰۲۴ء)،۲:۲

غیر سودی بینکاری نظام کے پس منظر اور ارتقاء کا تاریخی جائزہ

A Historical Review of the Background and Evolution of the Interest-Free Banking System

Muhammad Jahangir[a] & Dr. Saleem Raza[b]

[a] Research Scholar, Department of Islamic Studies, Al-Hamd Islamic University, Islamabad, Pakistan.

[b] Associate Professor, Department of Islamic Studies, Al-Hamd Islamic University, Islamabad, Pakistan.

Corresponding author Email: jahangirawan25@gmail.com

ABSTRACT

This study explores the historical background and evolution of the interest-free banking system, emphasizing its emergence as an ethical alternative to conventional banking. Rooted in Islamic principles, interest-free banking prohibits usury (riba) and promotes risk-sharing, justice, and mutual cooperation. This is important because a significant number of researchers believe that some banking-related activities in ancient civilizations bore certain resemblances to the economic practices prevalent in Islamic societies. Moreover, the level of interaction in the banking sector before and after the advent of Islam had surpassed what the Romans knew during their period of development. In some respects, Muslim societies were distinguished even from the European nations that followed (which some researchers consider the starting point of modern banking). Consequently, our efforts in this regard not only pave the way for a comparative study but also create the possibility of aligning the modern banking system with the true economic principles of Islam. This research paper aims to historically examine the economic activities of Islamic societies.

Keywords: Interest-Free Banking, Histrical Review, Development, Applicablity

How to cite: Muhammad Jahangir & Dr. Saleem Raza " A Historical Review of the Background and Evolution of the Interest-Free Banking System," *Mohi-ud-Journal of Islamic Studies* 2, no. 2 (2024): 25-52.

Mention in the table a brief sketch of Second author's Contribution: - (Maximum two Authors allowed only):

First Author is a Ph.D scholar and second author is the supervisor. The second author guided the scholar towards finalization of this research paper.

C

All Contents of this publication is copyrighted and property of *Mohi-ud-Din Journal of Islamic Studies*, and restricted to commercial use. It allows Research uses only, provided that original author(s) and sources should be credited with a proper academic referencing.

معاش کا مسئلہ انسان کی بنیادی مسائل میں سے ایک ہے، ابتدائی انسانی تاریخ میں جب تک طرز زندگی سادہ تھا، ضروریات محدود تھی، خواہشات انسانی کا دائرہ حدود و قیود کا پابند تھا اس وقت تک دیگر انسانی مسائل کی طرح معاشی مسائل بھی کم تھے، لیکن جوں جوں تمدن نے ترقی کی، تجارتی لین دین بڑھے، باہمی کاروبار میں اضافہ ہوا تو انسان نے ذرا منظم انداز میں معاشی سرگرمیاں سرانجام دینا شروع کیں، اسی تنظیم کے نتیجے میں باہمی لین دین اور خرید و فروخت کے لیے انسان نے اشیاء کے بدلے اشیاء یعنی بارٹر سسٹم سے ایک قدم آگے بڑھایا اور سونا چاندی کو بھی بطور ثمن استعمال کرنا شروع کیا، ساتھ ساتھ قرض لین دین کے معاملات بھی تجارتی ضروریات کے پیش نظر عملی زندگی کا حصہ بننے لگے گویا دنیا زمانہ قدیم ہی سے ڈیپازٹس وصول کرنے اور قرض کا لین دین کرنے والے انفرادی یا اجتماعی نظم سے واقف ہے۔

عصر حاضر میں معاشی سرگرمیوں میں کئی حوالوں سے جدت آگئی ہے اور آج کل مالیاتی و اقتصادی نظام میں بینک ایک کلیدی حیثیت رکھتا ہے اسی وجہ سے عوام کا اپنے معاشی مسائل و ضروریات کے سلسلے میں ان سے واسطہ اور ابتلاء بھی عام ہے۔ جب کہ دوسری طرف ایک مسلمان کے لیے سودی معاملات اور لین دین کی ممانعت کا حکم دین اسلام میں بالکل واضح ہے۔ اسی حکم کے پیش نظر غیر سودی بینکاری کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے۔

اس تحقیق میں ابتداء اسلام سے انیسویں صدی کے نصف تک کی اسلامی معاشروں کی معاشی سرگرمیوں کا جائزہ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، چنانچہ ذیل میں غیر سودی بینک و نظام بینکاری کا تعارف، ارتقاء اور تاریخی پس منظر بیان کیا جاتا ہے۔

بینک / مصرف کا لغوی مفہوم

عربی زبان میں بینک کے لیے مَصرِف (راء کی زیر کے ساتھ) کا لفظ استعمال ہوتا ہے جو کہ عربی لفظ "الصرف" سے مشتق ہے اس لیے پہلے "صرف" کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیے جائیں گے اور اس کے بعد مروج لفظ "بینک" اور عربی لفظ "مصرِف" کے درمیان جو مناسبت اور تعلق ہے اس کو بیان کیا جائے گا۔

چونکہ "مَصرِف" کا لفظ "صرف" سے مشتق ہے اسی لیے اس کا معنی جاننے سے پہلے ہمیں "صرف" کا معنی جاننا ضروری ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

"صرف" باب ضرب سے ثلاثی مجرد کا مصدر ہے جس کے عربی لغت میں کئی معنی آتے ان میں سے جو مشہور معنی ہے اس کو ہم ذکر کرتے ہیں کیوں کہ اس کی اصطلاحی معنی کے ساتھ واضح مناسبت موجود ہے۔

الصرف(هو بيع النقد بالنقد)[1] یعنی (صرف کا لغوی معنی ہے نقد کو نقد کے ساتھ بیچنا۔)

بینک / مصرف کا اصطلاحی مفہوم

فقہاء نے صرف کی جو اصطلاحی تعریفات کی ہیں ان تمام میں لغوی معنی کا مفہوم موجود ہے۔ چنانچہ سید شریف جرجانیؒ نے التعریفات میں صرف کی اصطلاحی تعریف درج ذیل الفاظ سے کی ہے:

بيع الأثمان بعضها ببعض۔[2] یعنی (ثمن (کرنسی) کو باہم ایک دوسرے سے بیچنا۔)

شوافع میں امام نوویؒ کے مطابق صرف کی تعریف ہے: إذا بيع الذهب بالذهب أو الفضة بفضة سميت مراطلة وإذا بيعت الفضة بذهب سميت صرفا.[3] یعنی (جب سونا سونے کے بدلے یا چاندی کو چاندی کے بدلے بیچا جائے تو اسے مراطلہ کہتے ہیں، اور جب چاندی سونے کے بدلے بیچی جائے تو اسے صرف کہتے ہیں۔) حنابلہ میں سے ابن قدامہؒ نے بھی صرف کی وہی تعریف کی ہے جو علامہ سید شریف جرجانیؒ نے اپنی کتاب میں کی ہے۔ فقہاء کی مذکورہ بالا تعریفات سے پتہ چلتا ہے کہ صرف کے اصطلاحی معنی میں بھی لغوی معنی کی طرح مبادلة نقد بنقد کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

لفظ "صرف" کی لغوی و اصطلاحی تحقیق کے بعد لفظ "بینک / مصرف" کا معنی و مفہوم

"صرف" ہی سے "مصرِف" اسم مکان کا صیغہ ہے جس کا معنیٰ ہے:

المكان الذي يتم فيه الصرف او بمعنى اخر المؤسسه التي تجري فيها الاعمال المصرفيه[4]

---

1 - *Al-Mawsū'ah al-Fiqhīyah al-Kuwaytīyah*, Wizārat al-Awqāf wa al-Shu'ūn al-Islāmīyah, (Miṣr/Egypt: Maṭba' Dār al-Hijrah, n.d), 25: 425.

2 - Muḥammad Sharīf, *al-Ta'rīfāt* (Cairo: Dār al-Rayyān li al-Turāth, 1403 AH),184.

3 - Abū Zakariyyā Muḥyī al-Dīn Yaḥyā ibn Sharaf al-Nawawī, *al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj* (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī), 11:9.

4 - 'Abd al-Razzāq Raḥīm, al-Maṣārif al-Islāmīyah bayn al-Naẓariyyah wa al-Taṭbīq ('Ammān: Dār Usāmah li al-Nashr, 1998), 30.

(وہ جگہ یا مکان جہاں بیع صرف کی تکمیل ہوتی ہے۔یا دوسرے الفاظ میں: ایسا ادارہ جہاں بینکنگ سے متعلقہ امور سرانجام دیے جاتے ہیں۔)

بینک / مصرف کے الفاظ کا باہمی تعلق

معجم الوسیط میں ہے (المصرِف) الانصراف ،ومکان الصرف، وبه سمی البنک صرفا[5] ((المصرف)تبادلہ، اور تبادلے کی جگہ،اور اس وجہ سے بینک کو "مصرف" کہا جاتا ہے کیوں کہ یہاں مال کا تبادلہ اور لین دین ہوتا ہے۔).

الموسوعة العربية الميسرة کے مطابق "مصرف یا بینک "کا اطلاق عام طور پر ان اداروں پر کیا جاتا ہے جو قرض کے لین دین کے معاملات کو سرانجام میں مہارت رکھتے ہیں گویا یہ ادارے بینکنگ سسٹم کی ریڑھ کی ہڈی ہیں کیوں کہ رقم کے مالک اور وہ لوگ جو اس رقم کو استعمال کرنا چاہتے ہیں دونوں اپنے ان معاملات کو اکثر بینکوں کے ذریعے ہی سر انجام دیتے ہیں۔[6] دائرہ معارف الناشئین کے مطابق مصرِف اور بینک سے مراد ایسی جگہ ہے جہاں لوگ اپنا پیسہ محفوظ رکھتے ہیں،اور ضرورت پڑنے پر اسے واپس لے لیتے ہیں۔[7]

لفظ "بینک" کی اصل

جہاں تک مروج اور متداول لفظ (بینک) کی اصل کا تعلق ہے۔تو کہا جاتا ہے کہ یہ اطالوی زبان کے لفظ (Banco) بانکو سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے "میز" قرون وسطی بلکہ شاید اس سے بھی پہلے کرنسی کا لین دین کرنے والے تُجار بندرگاہوں اور عوامی مقامات پر بیٹھتے تھے اور ان کے سامنے لکڑی کی میزیں ہوتی تھیں جنہیں (Banco) کہا جاتا تھا۔ جس پر انہوں نے رقم رکھی ہوتی تھی اور وہ مختلف غیر ملکی کرنسیوں کی خرید وفروخت کرتے تھے۔[8]

---

5 - Ibrāhīm Anīs, 'Abd al-Ḥalīm Muntaṣir, 'Aṭiyyah al-Ṣawāliḥī, Muḥammad Khalaf Allāh Aḥmad, *al-Mu'jam al-Wasīṭ* (Cairo: Maktabat al-Shurūq al-Dawlīyah, 2002), 2:71.

6 - Muḥammad Shafīq Gharbāl, *al-Mawsū'ah al-'Arabīyah al-Muyassarah*, Ṭab'ah 2, (Cairo: Dār al-Sha'b, 1972),1708.

7 - Fāṭimah Maḥjūb, Dā'īrat Ma'ārif al-Nāshi'īn, (Miṣr: Dār al-Ḥalāl,n.d),76–77.

8 - Ḥasan Ḥamūd, Sāmī, *Taṭwīr al-A'māl al-Maṣrafīyah bimā Yattafiq ma'a Aḥkām al-Sharī'ah al-Islāmīyah*, (Ammān: Maṭba'at al-Sharq,'Ṭab'ah 2, 1982),32.

بینک کی تعریف

"تعريف المصرف بأنه منشأة تنصب عملياتها الرئيسة على تجميع النقود الفائضة عن حاجة الجمهور، أو منشآت الأعمال أو الدولة لغرض إقراضها للآخرين، وفق أسس معينة، أو استثمارها في أوراق مالية محددة."[9]

(بینک کی تعریف یہ ہے کہ اس سے مراد ایسا ادارہ ہے جس کی بنیادی توجہ (کام) عوام، کاروباری اداروں یا ریاست کی ضروریات کے لیے اضافی رقم جمع کرنے، یا دوسروں کو قرض دینے، یا مخصوص مدات میں سرمایہ کاری کرنے پر مرکوز ہو۔)

اسلامی بینک کی تعریف

كل مؤسسة تباشر الأعمال المصرفية، مع الالتزام بعدم التعامل بالفوائد الربوية، أخذاً أو إعطاء[10] (وہ تمام ادارے جو بینکاری کے معاملات انجام دیتے ہیں، سودی معاملات کے لین دین کے ترک کا عزم رکھتے ہوئے۔)

يقصد بالمصارف، أو بيوت التمويل الإسلامية، تلك المؤسسات التي تباشر الأعمال المصرفية، مع التزامها باجتناب التعامل بالفوائد الربوية أخذاً أو إعطاء - بوصفه تعاملاً محرماً شرعاً - وباجتناب أي عمل مخالف لاحكام الشريعة الإسلامية۔[11]

(اسلامی بینکس یا مالیاتی اداروں سے مراد ایسے ادارے ہیں جو بینکاری کے معاملات انجام دیتے ہیں سودی معاملات کے لین اور دین دونوں سے اجتناب کرتے ہوئے، کیونکہ یہ شرعی طور پر حرام ہیں اور کسی بھی ایسے عمل سے اجتناب کرتے ہیں جو شریعت کے احکام کے خلاف ہو۔)

اسلامی تہذیب و تمدن میں معاشی (بینکنگ) سرگرمیاں

تاریخ اسلامی اور مسلم تہذیب و تمدن سے ہماری وابستگی اس بات کا تقاضہ کرتی ہے کہ ہم گزشتہ ادوار میں اسلامی معاشروں میں سرانجام دی جانے والی معاشی (بینکنگ سے متعلق) سرگرمیوں کا گہرائی سے مطالعہ کریں اور

---

9 - Khalīl Shammā', *Idārat al-Maṣārif*, (Baghdād: Maṭba'at al-Zahrā', Ṭab'ah 2, 1975),11.

10 - *Abdullah Abdurrahim El Ubadi, Mawqif al-Sharī'ah min al-Maṣārif al-Islāmīyah al-Mu'āṣirah*,(Beirut: Manshoor,AlMaktabtulasrya ṣ.),165.

11 - Ghareeb Jamal, *al-Maṣārif wa al-A'māl al-Maṣrafīyah*, 389–390.

ان کی تفصیلات کو ظاہر کریں کیونکہ محققین کی ایک قابل ذکر تعداد یہ سمجھتی ہے کہ قدیم تہذیبوں میں بینکاری سے متعلق کچھ سر گرمیاں اسلامی معاشروں میں رائج معاشی سر گرمیوں سے بعض اعتبارات سے مماثل تھیں۔

مزید یہ کہ ظہور اسلام سے پہلے اور اس کے بعد بعض حوالوں سے بینکنگ کے شعبے میں لوگوں کا تعامل اس حد سے بڑھا ہوا تھا جسے رومی اپنی ترقی کے زمانے میں جانتے تھے بلکہ مسلم معاشرے اس حوالے سے بعد میں آنے والی یورپی اقوام (جسے بعض محققین جدید بینکنگ کا نقطۂ آغاز سمجھتے ہیں) سے بھی بعض اعتبارات سے ممتاز تھے۔ چنانچہ ہماری اس تحقیق کے نتیجے میں جہاں باہم تقابلی مطالعہ کے لیے راستہ ہموار ہو گا وہاں اس بات کا امکان بھی پیدا ہو سکتا ہے کہ ہم جدید بینکاری نظام کو مکمل طور پر اسلام کے حقیقی معاشی اصولوں کے مطابق ڈھال سکیں۔

عہد نبوی ﷺ سے پہلے عرب معاشرے کی معاشی سر گرمیاں

عہد نبوی ﷺ سے پہلے معاشی خوشحالی کے لیے جزیرہ نما عرب کے لوگوں کا بنیادی پیشہ تجارت تھا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت بسعادت سے پہلے اور بعد میں بھی مکہ، شمال اور جنوب کی جانب سفر کرنے والے تجارتی قافلوں کے لیے بطور آرام گاہ و گزر گاہ(Transit) استعمال ہوتا تھا- سردی اور گرمی کے دو تجارتی دوروں کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے۔ (و قال اللہ تعالیٰ: ﴿رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ﴾ يقول: رحلة قريش الرحلتين: إحداهما إلى الشام في الصيف، والأخرى إلى اليمن في الشتاء.)[12]

آیت مبارکہ میں جن تجارتی اسفار کا ذکر ہے ان سے اس زمانے میں ڈیپازٹس کے لین دین اور سرمایہ کاری کی مختلف سر گرمیوں کی موجودگی کا پتا چلتا ہے۔

ڈیپازٹ کی صورت

معاشرے کے بعض افراد میں ایسی اخلاقی خوبیاں پائی جاتی ہیں جو انہیں اعتماد کے لائق بناتی ہیں، چنانچہ لوگ اپنے مال اور قیمتی چیزیں کو حفاظت کے پیشِ نظر ان کے پاس جمع کرا دیتے ہیں اور اپنی ضروریات کے حساب سے

---

[12] - Abū Ja'far Muḥammad ibn Jarīr ibn Yazīd ibn Kathīr ibn Gālib al-Amalī (d. 310 AH), *Jāmi' al-Bayān fī Ta'wīl al-Qur'ān*, (Beirut: Dār al-Turāth, n.d) Sūrat al-Quraysh, al-Āyah: 2.

واپس لیتے رہتے ہیں۔ اپنی دیانت اور وفاداری میں مشہور ایسے لوگ ہر زمانے میں موجود رہتے ہیں۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم تشریف لائے تو لوگوں نے آپ ﷺ کو مذکورہ خوبیوں میں سب سے فائق پایا۔

چنانچہ لوگوں نے اپنی جمع پونجی کی حفاظت کے سلسلے میں آپ ﷺ پر بھروسہ کیا اور بلا تفریق مذہب تقریباً سبھی لوگ اپنی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھواتے رہے یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے کا فیصلہ فرمایا تو یہ امانتیں اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیں تاکہ وہ انہیں اصل مالکوں کے حوالے کر کے آجائیں۔ گویا زمانہ جاہلیت اور پھر ظہور اسلام کے بعد بھی ابتداً لوگوں میں ڈیپازٹ کی جو قسم رائج تھی وہ بالعموم امانت تک محدود تھی، جس میں امانت دار کو وہی چیز واپس کرنی ہوتی تھی جو اسے موصول ہوئی تھی۔ اس میں کسی قسم کا تصرف کیے بغیر۔[13]

سرمایہ کاری کے صورت

تاجروں نے اس مقصد کے لیے دو راستے اختیار کیے ہوئے تھے:

پہلا طریقہ: منافع میں متعین حصہ پر مضاربت کے لیے رقم دینا۔

دوسرا طریقہ: سود پر قرض دینا جو ان میں عام تھا۔ خواہ خود عربوں کے درمیان ہو، یا ان کے اور اس وقت جزیرہ نما عرب میں رہنے والے یہودیوں کے درمیان۔[14]

باہمی تجارتی اور معاشی سرگرمیوں کے لیے جس طرح عصر حاضر میں مشترکہ تجارتی کمپنیاں قائم کی جاتی ہیں بالکل ایسے ہی قبائل عرب عموماً ایک قبیلے کے افراد کی حد تک اور کبھی ایک سے زائد قبیلے مل کر مشترکہ سرمایے کی صورت میں اپنی تجارت سرگرمیاں سرانجام دیتے تھے جس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ قبیلے کے افراد اپنے اپنے دراہم اور دنانیر لا کر ایک جگہ جمع کر لیتے تھے اور پھر یہ رقم قافلے والے شام لے جا کر اس سے مختلف قسم کی تجارتی اشیاء خرید کر لاتے اور پھر انہیں فروخت کرتے تھے۔

صاحب تکملہ فتح الملھم تحریر فرماتے ہیں: "نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی تجارتی سود موجود تھا اور عرب کے جس معاشرہ میں آپ تشریف لائے اس میں آج کے دور جدید کی تقریباً تمام بنیادیں موجود تھیں۔ مثلاً جیسے آج مشترکہ

13 - Abd Allāh ibn Hishām, *al-Sīrah al-Nabawīyah*, (Lubnān: Dār al-Jīl,n.d),2:93.

14 - Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī, *al-Durr al-Manthūr fī al-Tafsīr bi al-Ma'thūr*, 1:366.

کمپنیاں قائم ہوتی ہیں جنہیں جوائنٹ سٹاک کمپنیاں کہا جاتا ہے اور جس کے بارے میں یہ خیال ہے کہ اس کی ابتداء چودھویں صدی میں ہوئی حالانکہ اگر عرب کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں تو عرب کا ہر قبیلہ ہمیں ایک مستقل "جوائنٹ سٹاک کمپنی" نظر آتا ہے۔ چنانچہ آپ نے تجارتی قافلوں کا نام سنا ہو گا وہ یہی کام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ قرآن کریم میں جو یہ آیت ہے۔

﴿لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ﴾[15]

(قریش کے لوگ عادی ہیں، یعنی وہ سردی اور گرمی کے موسموں میں (یمن اور شام کے) سفر کرنے کے عادی ہیں۔)

اس آیت میں گرمیوں اور سردیوں کے جن سفروں کا ذکر ہے اس سے مراد یہی تجارتی قافلے ہیں جو سردیوں میں یمن کی طرف اور گرمیوں میں شام کی طرف سفر کرتے تھے۔ یہ قافلے مکہ مکرمہ سے سامان لے جا کر وہاں فروخت کر دیتے تھے اور وہاں سے سامان تجارت لا کر مکہ مکرمہ میں فروحت کر دیتے تھے۔ ان قافلوں میں بعض اوقات ایک ایک آدمی اپنے قبیلے سے دس دس لاکھ دینار قرض لیتا تھا اور ظاہر بات ہے کہ وہ یہ قرض کھانے پینے یا کفن دفن کی ضروریات کے لئے نہیں بلکہ تجارتی مقاصد کے لئے لیتا تھا۔[16]

چنانچہ اس حوالے سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1. بنو مغیرہ اور بنو عمرو قبائلی سطح پر آپس میں سود کا لین دین کرتے تھے۔ ایک قبیلہ سود پر قرض لیتا تھا اور دوسرا اسے سود پر قرض دیتا تھا، یعنی بنو عمرو بنو مغیرہ سے سود لیتے تھے یہاں تک کہ جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو بنو عمرو کے ذمے بنو مغیرہ کا بھاری مقدار میں سود باقی تھا، یقیناً ان قرضوں کی توجیہ تجارتی قرضوں سے ہی کی جاتی سکتی ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ اتنی بڑی مقدار میں قرضوں کی ضرورت پیش نہیں آتی۔[17]

---

15 - Al-Qur'ān, 106 : 2.

16 - Muftī Taqī 'Uthmānī, *Takmilah Fatḥ al-Mulhim*, (Karāchī: Maktabat Dār al-'Ulūm, 2009), 7:533

17 - Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī, *al-Durr al-Manthūr fī al-Tafsīr bi al-Ma'thūr*, 1:366.

2. اسی طرح پیغمبر اسلام ﷺ کے بعض امیر صحابہ جیسے حضرت عباس بن عبد المطلبؓ، حضرت خالد بن ولیدؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ وغیرہ کے مکہ اور طائف کے لوگوں کے ساتھ قبل از اسلام سودی قرض کے کاروبار تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اسے ترک کر دیا۔[18]

عہد نبوی ﷺ اور تجارتی قرضے

موجودہ دور کی طرح اس زمانے میں بھی کاروباری مقاصد کے لیے لوگوں کو کثیر مقدار میں مال کی ضرورت ہوتی تھی۔ چنانچہ جو لوگ زائد سرمایہ رکھتے تھے، لیکن خود تجارتی سرگرمیاں انجام نہیں دے سکتے تھے وہ دیگر تاجروں اور کاروباری افراد کو سرمایہ فراہم کرتے تھے اور نفع میں حصہ لیتے تھے۔ خود پیغمبر ﷺ نبوت سے قبل تجارت میں مشغول رہے اور کئی بار حضرت خدیجہؓ کے مالی سرمائے کے ساتھ سفر کیا، جنہوں نے انہیں مضاربہ کے اصول پر سرمایہ فراہم کیا۔[19]

اسلامی نظام معیشت میں قرض دینا اور لینا بلا سود ہونا ضروری ہے اور اس کے اجر کی صرف اللہ تعالیٰ سے توقع کی جاتی ہے، جو امیر اور غریب دونوں کا خالق ہے۔ اسلام نے ایسے قرضوں کی حوصلہ افزائی کی ہے اور اسے صدقہ سے زیادہ اجر والا قرار دیا ہے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ یہ عمل مسلمانوں میں بہت عام تھا۔ اور یہ بھی حیران کن نہیں کہ قرآن کی سب سے طویل آیت بھی قرض کے لین دین کی دستاویزات سے متعلق ہے۔ جس میں قرآن مجید نے قرض کی واپسی کی ضمانت کے طور پر رہن رکھنے کے لیے ایک رہنمائی فراہم کی ہے۔

﴿وَ إِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَ لَمْ تَجِدُوا كَاتِباً فَرِهَانٌ مَقْبُوضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضاً فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهُ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عليم۔﴾[20]

(اور اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ، تو رہن رکھ لیا جائے (یعنی کوئی چیز گروی رکھ دی جائے)؛ پھر اگر تم میں سے ایک شخص دوسرے پر بھروسہ کرے تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے، اسے چاہیے کہ اپنی امانت

[18] - Jamāl al-Dīn Abū al-Faraj ʻAbd al-Raḥmān ibn ʻAlī ibn Muḥammad al-Jawzī, *Zād al-Masīr fī ʻIlm al-Tafsīr*, (Beirut: al-Maktabah al-Islāmīyah),1 : 120

[19] - Ibn Hishām, *al-Sīrah al-Nabawīyah*, 1:187–188.

[20] - Al-Qur'ān, 2:282.

کو ایمان داری سے ادا کرے، اور اسے اللہ سے ڈرنا چاہیے، جو اس کا رب ہے۔ اور گواہی کو مت چھپاؤ، کیونکہ جو شخص گواہی چھپاتا ہے، یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے۔ اور اللہ تمہارے اعمال کو خوب جاننے والا ہے۔)

کئی مواقع پر نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ سے قرض لیا[21]۔ آپ ﷺ نے یہودیوں سے بھی قرض لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن کے طور پر رکھی ہوئی تھی[22]۔ آپ کا قرض لینا اپنی ذاتی ضروریات کے ساتھ ساتھ عوامی مقاصد کے لیے بھی ہوتا تھا۔

حضرت ابوسفیان کا تجارتی قافلہ

حضرت ابوسفیان کا وہ تجارتی قافلہ جو مدینہ منورہ سے گزرتے ہوئے ملک شام سے واپسی پر مکہ مکرمہ آرہا تھا اور جس پر مسلمانوں کے حملے کے ارادے ہی کے نتیجے میں کفار کے ساتھ کفر و اسلام کا پہلا معرکہ غزوہ بدر کی صورت پیش آیا، اس کے بارے میں محدثین اور اہل سیر نے لکھا ہے کہ: ولم يبق قرشي ولا قرشية عنده درهم الا بعث به في العير[23] (یعنی جس قریشی مرد یا عورت کے پاس ایک درہم بھی تھا وہ اس نے اس تجارتی قافلے کے ساتھ بھیج دیا تھا۔) محدثین و اہل سیر کی وضاحت کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مختلف قبیلوں کے درمیان مشترکہ سرمائے سے اس طرح کی تجارتی سرگرمیاں معمول کا حصہ تھیں۔

حضرت عباس کا چھوڑا جانے والا سود

حضور اکرم ﷺ نے سود کی حرمت کا اعلان کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

وربوا الجاهلية موضوع اول ربوا اضعه ربوا العباس بن عبد المطلب فانه موضوع كله[24]

(زمانہ جاہلیت میں کیا گیا ہر سودی معاملہ آج کے دن ختم کر دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں پہل کرتے ہوئے سب سے پہلے میں اپنے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب کا سود چھوڑنے کا اعلان کرتا ہوں۔)

---

21 - Aḥmad ibn Shu'ayb al-Nasā'ī, *al-Sunan al-Ṣughrā li al-Nasā'ī*, 7:314, Ḥadīth No. 4683.
22 - Aḥmad ibn 'Alī ibn Muḥammad al-'Asqalānī, *Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, (Beirut :Dār al-Ma'ārif, 1397 AH), 1:279.
23 - Thanā' Allāh Pānīpatī, Tafsīr Maẓharī (Lahore: Zia ul Qur'ān Publisher, 2002), 9:176.
24 - Abū al-Ḥasan Muslim ibn al-Ḥajjāj (d. 164 AH), *al-Ṣaḥīḥ Muslim*, (Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, n.d.) Kitāb al-Ḥajj, Ḥadīth no. 1218.

حضرت عباس بن عبد المطلب لوگوں کو سود پر قرض دیا کرتے تھے اس لئے آپ ﷺ نے ان کا سود ختم فرمایا۔

معاملات یونہی چلتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم فرمایا کہ تجریداً آپ ﷺ لوگوں کے عقائد، اخلاقیات اور معاشرت کے ساتھ ساتھ ان کے معاشی معاملات کی بھی اصلاح کریں۔ چنانچہ سود کی ممانعت کے علاوہ لوگوں کے معاشی معاملات میں کئی طرح کی اصلاحات کی گئیں جو سنت الٰہی کے اسی اصلاحی پیکج کا حصہ تھیں جو اسلام کی صورت میں انسان کو عزت دینے اور دوسروں کے ظلم سے بچانے کے لیے آیا تھا۔

عہد صحابہ میں بینکاری کی نظائر

زمانہ جاہلیت اور پھر ظہور اسلام کے بعد بھی ابتداً لوگوں میں سرمایہ کاری (اس کی صورتیں اوپر ذکر کی گئی ہیں) کے علاوہ ڈیپازٹ کی جو قسم رائج تھی وہ بالعموم امانت تک محدود تھی، جس میں امانت دار کو وہی چیز واپس کرنی ہوتی تھی جو اسے موصول ہوئی تھی۔ اس میں کسی قسم کا تصرف کیے بغیر۔ لوگوں کا عمومی چلن یہی تھا۔ اور مسلمانوں کے درمیان بھی رائج نظامِ ایداع (امانت کا نظام) اسی حد تک ہی تھا۔ لیکن اگر ہم مالیاتی سرمایہ کاری کے اس منظم اور وسیع پہلو کو دیکھیں جو دورِ جدید میں معروف بینکاری کی شکل میں ہمارے مشاھدے میں ہے تو اس پہلو سے تاریخی شواہد نسبتاً کم ہیں۔ اس کی ممکنہ وجہ یہ ہے کہ قدیم تہذیبوں میں زیادہ تر رجحان خدماتِ بینکاری کی طرف تھا، نہ کہ مالیاتی سرمایہ کاری کی طرف۔ اسی لیے یہ بالکل منطقی بات ہے کہ اسلامی تاریخ میں بھی اس طرزِ عمل کی عملی مثالیں کم ملتی ہیں، کیونکہ یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ اسلامی معاشرے اپنے زمانے اور ضروریات سے آگے بڑھ کر اس طرح کے طرزِ عمل میں جدت پیدا کرتے۔ اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت اس قسم کی سرمایہ کاری کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی اور تجارتی معاملات میں اس نئے طریقے کو اپنایا نہیں گیا تھا۔

اس کے باوجود، اسلامی تاریخ میں کچھ ایسے شواہد ضرور ملتے ہیں جو یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اسلامی معاشرہ بہر حال اس قسم کے تعامل سے کسی قدر واقف ضرور تھا۔ چنانچہ بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ اس زمانے میں بعض امین لوگ امانتیں رکھوانے آنے والے لوگوں کو بتا کر ان کی امانتوں کو بطور قرض رکھنے کو ترجیح دیتے تھے۔ کیوں کہ اس میں جانبین کا فائدہ تھا۔ اس حوالے سے ذیل میں چند مثالیں ذکر کی جاتی ہیں:

پہلی نظیر

طبقات کبریٰ میں اس حوالے سے حضرت عبد اللہ بن زبیر نے اپنے والد حضرت زبیر بن عوام کا جو معمول بیان کیا ہے، وہ مذکور ہے کہ جب بھی کوئی آدمی ان کے پاس کوئی رقم بطور امانت رکھوانے آتا تو وہ اسے فرماتے:

لا ولکن ھو سلف انی اخشی علیہ الضیعۃ[25] (نہیں! یہ امانت نہیں بلکہ قرض ہے۔ کیونکہ مجھے اس کے ضائع ہونے کا ڈر ہے۔)

یہی وجہ ہے کہ ان کے بیٹے حضرت عبد اللہ نے جب اپنے والد کے ذمہ لوگوں کے اموال کا حساب کیا تو تقریبا دو ملین دو سو ہزار درہم رقم بنی جو آج کل کے پاکستانی روپوں میں سولہ کروڑ چھبیس لاکھ تیئس ہزار ایک سو بیالیس روپے بنتی ہے۔ یقینا اس زمانے کے حساب سے اور آج بھی یہ ایک بڑی رقم ہے۔

اس واقعے سے جہاں یہ پتا چلتا ہے کہ حضرت زبیر بن عوام کو لوگوں کے اموال کی حفاظت کی فکر تھی وہیں یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ اس قسم کی معاشی سرگرمیوں سے اچھی طرح آگاہ تھے کہ لوگوں کا مال صرف حفاظت کی ذمہ داری اٹھا کر اپنے پاس رکھنے سے کہیں بہتر ہے کہ اس میں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس میں جانبین کے فائدے پر مشتمل درج ذیل دو امور بھی متحقق ہو جائیں۔

1. حق تصرف

ان کا فائدہ تو یہ تھا کہ دوسرے کے مال میں امانت کے بجائے بطور قرض ہونے کی وجہ سے تصرف کا حق حاصل ہو جاتا تھا، چناں چہ اس صورت میں وہ اسے جہاں چاہیں تجارت وغیرہ میں خرچ کر سکتے تھے۔ لیکن اگر وہ رقم بطور امانت ہوتی تو انہیں یہ اختیار حاصل نہ ہوتا کیونکہ امانت محصنہ کو تجارت میں لگانا جائز نہیں ہے۔[26]

2. مال کا مضمون و محفوظ ہونا

امانت رکھوانے والوں کا یہ فائدہ تھا کہ ان کی رقم محفوظ اور مضمون ہو جاتی تھی کیوں کہ اگر یہ رقم امانت کے طور پر رکھی ہوئی ہوتی اور اس دوران باوجود حفاظت کے ہلاک یا چوری ہو جاتی تو اس کا ضمان حضرت زبیر پر نہ آتا

---

25 - Ibn Sa'd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*, (Beirut: Dār lil-Ṭibā'ah wa al-Nashr, 1957),3:109.

26 - Ibid., 109.

بلکہ امانت رکھوانے والے کا ہی نقصان شمار ہوتا کیونکہ امانت کا ضمان نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف اگر قرض کی رقم ہلاک یا چوری ہو جائے تو اس کا ضمان قرض لینے والے پر آتا ہے اسی لیے حضرت زبیر وہ رقم بطور قرض لیتے تھے[27]۔

جب حضرت زبیر کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے عبد اللہ نے اپنے بھائیوں کے درمیان فوری میراث کی تقسیم سے انکار کر دیا اور اپنے والد کے ذمے موجود قرض کی رقوم کی ادائیگی کے لیے چار سال تک موسم حج میں اطراف سے آئے لوگوں میں اعلانات کرتے رہے کہ اگر کسی کی رقم میرے والد کے ذمہ تھی تو وہ ہم سے آکر وصول کرلے۔ چنانچہ چار سال کے بعد آپ نے بطور میراث جو رقم تقسیم کی وہ تقریباً پینتیس کروڑ دو لاکھ بنتی تھی[28]۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل بالکل واضح اور شرعی طور پر بے عیب تھا، کیونکہ یہ مکمل طور پر ان اصول و قواعد کے مطابق تھا جو اس میدان میں شریعت نے بیان کیے ہیں۔ یہ اس کا شرعی پہلو ہے۔

جب کہ اگر اقتصادی پہلو کی طرف نظر کی جائے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جو کام سرانجام دے رہے تھے، وہ ان کی ذاتی معیشت کو مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کی قومی معیشت کو بھی کسی نہ کسی درجے میں تقویت پہنچانے کا سبب بنتا تھا۔ گویا یہ ایک قسم کی بینکنگ سرگرمی تھی، اگرچہ سادہ انداز میں، جو اس وقت کی معاشی اور مالیاتی سرگرمیوں کے مطابق تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کا یہ تعامل انفراداً تھا جب کہ آج کل بینکس اس طرح کی خدمات بڑے اور وسیع پیمانے پر سرانجام دیتے ہیں۔

دوسری نظیر

تاریخ طبری میں درج ہے:

ان هند ابنة عتبة قامت الى عمر بن الخطاب رضى الله عنه فاستقرضته من بيت المال أربعةآلاف تنجر فيها وتضمنها فأقرضها فخرجت فيها الى بلاد كلب فاشترت وباعت[29]۔

(ہند بنت عقبہ (جو حضرت ابوسفیان کی بیوی تھیں) حضرت عمر بن خطاب کے پاس آئیں اور ان سے بیت المال سے چار ہزار کا قرض دیئے جانے کی اجازت طلب کی کہ جس سے وہ تجارت کریں اور اس کی ضامن بھی ہوں۔ حضرت

27 - Ibid., 109.
28 - Ibn Sa'd, *al-Ṭabaqāt al-Kubrā*, (Beirut: Dār lil-Ṭibā'ah wa al-Nashr, 1957), 3:108.
29 - Abū Ja'far Muḥammad ibn Jarīr al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk*, 3:87.

عمر نے انہیں (بیت المال سے) 4000 درہم قرض دے دیا، چنانچہ وہ اس قرض کے ساتھ بلاد کلب گئیں اور خرید و فروخت (تجارت) کی۔)

تیسری نظیر

حضرت عبد اللہ اور عبید اللہ، جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے، کے بارے میں روایت آتی ہے کہ وہ دونوں ایک لشکر کے ساتھ عراق کی طرف گئے۔ جب وہ واپس لوٹ رہے تھے تو بصرہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری، جو بصرہ کے گورنر تھے، کے پاس سے گزرے۔ انہوں نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور کہا: "اگر میرے بس میں ہو کہ تمہیں کسی چیز سے فائدہ پہنچاؤں تو ضرور پہنچاؤں۔" پھر کہا: "ہاں، یہاں اللہ کے مال میں سے کچھ رقم ہے جو میں امیر المومنین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں۔ میں یہ رقم تم دونوں کو بطور قرض دے دیتا ہوں تاکہ تم عراق کی مصنوعات خرید لو اور پھر انہیں مدینہ میں بیچو۔ اصل رقم امیر المومنین کو لوٹا دینا اور نفع تمہارا ہو گا۔" انہوں نے ایسا ہی کیا اور حضرت ابو موسیٰ نے حضرت عمر کو خط لکھا کہ ان سے اصل رقم لے لیں۔ جب وہ دونوں مدینہ پہنچے تو حضرت عمر نے پوچھا: "کیا پوری فوج کو وہی قرض دیا گیا تھا جو تم دونوں کو دیا گیا؟" انہوں نے جواب دیا: "نہیں۔" حضرت عمر نے فرمایا: "اصل رقم اور اس کا نفع دونوں ادا کرو۔" حضرت عبد اللہ خاموش رہے، لیکن عبید اللہ نے کہا: "امیر المومنین! اگر یہ مال ضائع ہو جاتا یا اس میں کمی ہو جاتی، تو ہم اس کے ضامن ہوتے۔" حضرت عمر نے فرمایا: "مال ادا کرو۔" حضرت عبد اللہ خاموش رہے اور عبید اللہ نے بار بار بات کی۔ اس پر حضرت عمر کے ایک ساتھی نے کہا: "امیر المومنین! اگر آپ اسے مضاربہ (شراکت داری) بنا دیں؟" حضرت عمر نے فرمایا: "ٹھیک ہے، میں نے اسے مضاربہ بنا دیا۔" چنانچہ اصل رقم اور آدھا نفع بیت المال میں چلا گیا، اور باقی آدھا نفع دونوں بھائیوں کو دے دیا گیا۔[30]

اس واقعے میں بھی جو قرض دیا گیا وہ تجارت کے لئے تھا اور اس سے تجارت کی بھی گئی۔

---

30 - Abū ʻAbd Allāh Mālik ibn Anas, *Muwaṭṭā' Imām Mālik*, (Beirut: Dār al-Fikr, 2002),419, Riwayah no. 1396.

اسی طرح کا عمل مشہور فقیہ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں بھی ذکر کیا گیا ہے، جن کا ریشم کے کاروبار میں وسیع تجربہ تھا۔[31]

مولانا تقی عثمانی صاحب نے بھی تکملہ فتح الملہم میں بیہقی، طبری، ابن سعد، موطا، احمد، بزار اور طبرانی کے حوالے سے اس نوع کی مزید مثالیں بھی ذکر کی ہیں اور فرمایا ہے کہ ان مثالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دیون الاستثمار ان نئی چیزوں میں سے نہیں ہیں جو یورپ میں صنعتی انقلاب کے بعد پیدا ہوئیں بلکہ یہ عہد جاہلیت سے ہی لوگوں میں رائج تھے اور عہد رسول اور عہد صحابہ میں بھی رائج رہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ان پر سود وصول کرتے تھے لیکن اسلام کے آنے کے بعد ان پر سود ختم کر دیا گیا۔[32]

اوپر ذکر کردہ نظائر کے علاوہ، فقہاء رحمھم اللہ تعالیٰ نے بھی مالی سرمایہ کاری کی بعض اقسام پر بحث کی ہے، جیسے مضاربت وغیرہ کہ جس میں ایک شخص اپنی رقم کسی دوسرے شخص کو بطور مضاربت کاروبار کے لیے دیتا ہے، اس ضمن میں انہوں نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے کہ کیا ایک سے زائد سرمایہ داران (مالکان) اور ایک سے زائد عاملین بھی ہو سکتے ہیں[33]؟ جو کہ معاصر اسلامی بینکاری میں متداول ہے۔ فقہاء کرام کا مضاربت کے اس پہلو پر گفتگو کرنا اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ لوگوں کی معاشی سرگرمیاں انفرادی دائرے کے ساتھ ساتھ اجتماعی نظم کے تحت بھی وقوع پذیر ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔

یہ ابتدائی اور وسطی ادوار میں اسلامی تہذیب کے زیر سایہ بینکاری کی نمو اور ترقی پر ایک مختصر نظر ہے۔ یہ تفصیل ان ادوار میں بینکاری سرگرمیوں سے متعلق ضروری آگہی دینے کے ساتھ ساتھ جدید اسلامی بینکوں کے لیے ایک راستہ بھی فراہم کرتی ہیں کہ وہ جمع کنندگان کے ساتھ یہ سمجھوتہ کریں کہ ان کے موجودہ اکاؤنٹس بینک کے لیے قرض تصور کیے جائیں گے۔

---

31 - Dr. Najāt Allāh Ṣiddīqī, *Sharikah wa Muḍārabah ke Shar'ī Uṣūl*, (Dihlī : Markazī Maktabah Islām,),154–155.

32 - Muftī Taqī 'Uthmānī, *Takmilah Fatḥ al-Mulhim*, (Beirut, Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī), 1:535.

33 - Burhān al-Dīn Abū al-Ḥasan 'Alī ibn Abī Bakr al-Farghānī (d. 395 AH), *al-Hidāyah ma'a al-Dirāyah*, 3:166–176.

مروجہ غیر سودی بینکوں کا قیام، تاریخ اور ارتقاء:

جب تک اسلامی ریاست نے قرآن و سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھا اور ہر میدان میں اسی سے ہدایت و رہنمائی لی اس وقت تک اس نے دینی، سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی میدان سمیت ہر جگہ عوام کی قیادت ور ہنمائی کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دیا۔ چنانچہ معاشی میدان میں بھی "بیت المال" جیسے مالیاتی ادارے موجود رہے جو مسلمانوں کے معاملات کا خیال رکھتے تھے اور ان کی ضروریات، چاہے وہ افراد ہوں یا جماعتیں، پوری کرتے تھے۔ بیت المال مسلمان معاشرے کے لیے درکار مالی وسائل فراہم کرتا تھا، اور اس سلسلے میں وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی کی سنت سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ بیت المال (مالیاتی ادارہ) یا عوامی خزانہ وہ پہلا ادارہ تھا جس نے مالی معاونت کے باضابطہ انتظامات کی بنیاد رکھی۔ یہ بنیادی طور پر ایک سرکاری مالیاتی ادارہ تھا لیکن یہ افراد کو قرضے یا سرمایہ کاری کے لیے مالی معاونت بھی فراہم کرتا تھا۔ یہ خلیفہ اور عوام کے لیے ریاستی بینک کے طور پر کام کرتا تھا۔[34]

چند مثالیں ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں

1. بعض اوقات آپ ﷺ متوقع آمدنی کی بنیاد پر بیت المال (عوامی خزانے) سے قرض لیتے تھے، یعنی جب خزانے میں رقم دستیاب ہوتی تو آپ ﷺ قرض لیتے اور جب آپ ﷺ کے رقم آجاتی تو بیت المال میں واپس کر دیتے۔[35]

2. تاریخ طبری میں ہند بنت عتبہ کے حوالے سے مذکور ہے کہ:

ہند بنت عتبہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آکر بیت المال سے چار ہزار درہم قرض لینے کی درخواست کی، تاکہ وہ تجارت کریں اور کہا کہ وہ اس کی ضامن ہوں گی۔ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں 4000 درہم قرض دیا، تو وہ قبیلہ کلب کے علاقے میں گئیں، وہاں خرید و فروخت کی لیکن جب واپس آئیں تو تجارت میں خسارے کا ذکر کیا۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا کی اگر میرا مال ہوتا تو میں چھوڑ دیتا لیکن یہ تو مسلمانوں کا مال ہے[36]۔

---

34 - Ḥamīd Allāh, Dr. Ḥamīd Allāh, *Banūk al-Qarḍ bi Dūn Ribā*, 1960, 16–19.
35 - Aḥmad ibn Shu'ayb al-Nasā'ī, *al-Sunan al-Ṣughrā li al-Nasā'ī*, 5:256–258.
36 - Abū Ja'far Muḥammad ibn Jarīr al-Ṭabarī, *Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk*, 2: 576.

3. عوامی خزانے سے تجارتی مقاصد کے لیے قرض فراہم کرنے کا ایک اور واقعہ بھی موجود ہے۔

ابو موسیٰ الاشعری (وفات: 662 تا 672 عیسوی)، جو بصرہ کے گورنر تھے، نے کچھ رقم مرکزی خزانے میں مدینہ بھیجنی تھی جو بیت المال میں دی جانی تھی۔ انہوں نے وہ رقم حضرت عمرؓ کے دو بیٹوں، عبد اللہ اور عبید اللہ، کو دی کہ اس سے تجارت کر لیں پھر اصل رقم امیر المؤمنین کو دے دیں، حضرت عمر نے تھوڑی بحث کے بعد اس کے منافع کو نصف، نصف تقسیم کر کے قبول کر لیا، تفصیل پیچھے گزر چکی۔[37]

4. تیسرے خلیفہ حضرت عثمان بن عفانؓ بھی کاروبار کے لیے سرمایہ فراہم کیا کرتے تھے، قرض کی بنیاد پر، جس میں شرط یہ ہوتی تھی کہ نفع تقسیم کیا جائے گا۔[38]

5. اموی خلافت کے دوران بیت المال مختلف مقاصد کے لیے مالیاتی ادارے کے طور پر بھی کام کرتا تھا، جیسے کہ مالی معاونت کے محتاج افراد کی مدد کرنا، ان لوگوں کے قرضے ادا کرنا جو جائز وجوہات کے تحت قرضہ لے کر واپس کرنے سے قاصر تھے، شادی کے اخراجات کے لیے مدد فراہم کرنا، اور زراعت کی ترقی کے لیے کسانوں کو قرضے دینا۔ ابو عبید کے مطابق خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ نے عراق کے گورنر کو خط لکھا کہ وہ مستحق افراد کو مالی مدد فراہم کریں، ان افراد کے قرضے ادا کریں جو جائز وجوہات کے لیے قرضے لے کر واپس نہ کر سکے، ہر غیر شادی شدہ خاتون کی مدد کریں جو شادی کرنا چاہتی ہو لیکن پیسے کی کمی کی وجہ سے نہ کر سکتی ہو، اور ان تمام افراد کو قرض دیں جو غیر زرخیز زمین پر ٹیکس ادا کرنے کے پابند تھے۔ سرمایہ کاری کے لیے دی گئی اس رقم کی واپسی کی مدت ایک سے دو سال کے درمیان تھی تاکہ مقروضوں کو رقم استعمال کرنے اور اپنی محنت کے ثمرات سے فائدہ اٹھانے کے لیے کافی وقت مل سکے۔[39]

---

37 - Abū 'Abd Allāh Mālik ibn Anas, *Muwaṭṭā' Imām Mālik*, (Beirut: Dār al-Fikr, 2002),419, Riwayah no. 1396.

38 - Ibid., Riwayah no. 1397.

39 - Abū 'Ubayd al-Qāsim ibn Sallām, *Kitāb al-Amwāl*, (Beirut: Dār al-Fikr, 1968),320, Riwayah no. 625.

ادارہ بیت المال کا انحطاط

لیکن جب اسلامی ریاست اپنی کمزوریوں کی وجہ سے دشمنوں کے حملوں کا شکار ہو گئی تو دیگر شعبوں کی طرح بیت المال کا ادارہ بھی انحطاط کا شکار ہو گیا اور ضرورت مند افراد اپنے مالی مسائل کے حل کے لیے اپنی سوسائٹی کے ہی خوشحال لوگوں سے رجوع کرنے لگے، جو قرضِ حسنہ کے ذریعے ان کی ضروریات پوری کرنے میں مدد فراہم کرتے تھے۔ لیکن ظاہر ہے یہ کوئی منظم کوشش نہیں بلکہ انفرادی نوعیت کی چیز ہے۔

پس وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب سماجی، اقتصادی، اور ثقافتی سمیت زندگی کے مختلف شعبوں کے حالات بدلنے لگے، اور کاغذی کرنسی کا ظہور ہوا، جس کا ایک فرد سے لے کر پوری معاشرتی زندگی میں اہم کردار ہے، تو ایسے مالیاتی اداروں کی ضرورت محسوس ہوئی جو معاشرے کی مالیاتی اور پیداواری ضروریات کو پورا کریں۔ اس کی مزید حوصلہ افزائی سود کی بڑھتی ہوئی شرح اور صنعتی و تجارتی ترقی کے لیے درکار مالی وسائل کی بڑھتی ہوئی طلب نے کی۔ چنانچہ ابتداء میں یہودیوں نے ان مالیاتی اداروں کا آغاز کیا، پھر خاص طور پر یورپ میں عیسائی بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ آخرکار، کچھ مسلمان بھی ان کی پیروی کرنے لگے، خاص طور پر اس وقت جب استعماری طاقتوں نے امت مسلمہ کے ایک بڑے حصے پر یلغار کی۔ انہوں نے ہی سودی ادارے اسلامی معاشروں میں متعارف کروائے۔افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں سے بھی کہیں کہیں ایسی آوازیں اٹھیں جو ان سودی اداروں کا دفاع کرتی تھیں، اور ان کے کاموں کو جائز قرار دینے کی کوشش کرتی تھیں۔ بعض نے سودی فائدے کو اس بنیاد پر حلال قرار دیا کہ یہ وہ جاہلی ربا نہیں ہے جس کے بارے میں قرآن کریم میں حکم نازل ہوا تھا، یا یہ کہ ضرورت اور مجبوری کے تحت اسے لینا جائز ہے۔ لیکن دین کا درد رکھنے والے امت کے علمائے کرام اور غیور افراد نے ان سودی اداروں کے خطرناک اثرات کو نہ صرف فوری محسوس کیا بلکہ وہ یہ بھی جان گئے کہ یہ سودی ادارے ایسے ہی ہیں جیسے دیگر بہت سی حرام چیزیں مسلم معاشروں میں متعارف کروائی گئیں چنانچہ انہوں نے اسلامی اخبارات میں مضامین اور کتابیں لکھ کر، خطبات اور لیکچرز کے ذریعے، اور تحقیقاتی مقالوں اور کانفرنسوں کے ذریعے ان اداروں کے نقصانات اورامت کی معیشت پر ان کے خطرناک اثرات کو واضح کرنے کے لیے کوششیں کیں۔ ساتھ ساتھ انہوں نے ان لوگوں کا بھی مقابلہ کیا جو نوآبادیاتی طاقتوں سے متاثر ہو کر، تجدید کے نام پر سود کو حلال قرار دینے کی کوششیں کر رہے تھے۔ان غیور افراد نے ان گمراہ کن دعووں کی حقیقت کو بے نقاب کیا اور ان کے فریب کو ظاہر کیا[40]۔

---

40 - Maṣārif al-Islāmīyah bayn al-Naẓariyyah wa al-Taṭbīq (ʿUrdun, ʿAmmān: Dār Usāmah li al-Nashr, 1998),. 175.

اس کے بعد بہت ساری آوازیں بلند ہونے لگیں جو سودی اقتصادی اداروں کو اسلامی اداروں میں تبدیل کرنے اور مغرب کی اندھی تقلید کے بجائے اس کے اسلامی متبادل تلاش کرنے کی دعوت دے رہیں تھیں۔ اس طرح اسلامی بینکوں کے قیام کا خیال واضح ہوا، اور اللہ کے فضل سے یہ حقیقت میں تبدیل ہو گیا۔

انیسویں صدی کے آخر تک حیدر آباد (ہندوستان) کے مسلمانوں کے پاس بلا سود قرض دینے والی سوسائٹی تھی جو بیسویں صدی کے وسط تک حیدر آباد ریاست کے زوال تک کامیابی سے چلتی رہی۔ ڈاکٹر حمید اللہ نے بھی حیدر آباد میں بیسویں صدی کے آغاز سے لے کر 1940 کی دہائی تک قائم کی گئی کئی ایسی سوسائٹیوں کا ذکر کیا ہے۔[41]

غیر سودی بینکاری کا پہلا ماڈل

اس کا پہلا عملی تجربہ 1950 کی دہائی کے آخر میں پاکستان کے بعض دیہی علاقوں میں کیا گیا، اسلامی مالیات کا یہ ایک ابتدائی ماڈل غیر سودی بینکاری کی تاریخ میں اہمیت رکھتا ہے۔ اس وقت ایک چھوٹا ادارہ قائم کیا گیا جو زمینوں کے مالکان سے غیر سودی ڈپازٹ قبول کرتا تھا اور ان فنڈز کو غریب کسانوں کو قرض کے طور پر فراہم کرتا تھا۔ اس کا مقصد کسانوں کی زرعی سرگرمیوں کو بہتر بنانا اور ان کی معاشی حالت کو مستحکم کرنا تھا۔ ان قرضوں پر کوئی سود یا منافع وصول نہیں کیا جاتا تھا، صرف انتظامی اخراجات پورے کرنے کے لیے معمولی فیس لی جاتی تھی[42]۔

یہ ماڈل روایتی سودی نظام کے متبادل کے طور پر پیش کیا گیا تھا، لیکن مناسب افرادی قوت کی عدم موجودگی اور محدود عوامی شمولیت کے باعث یہ تجربہ 1960 کی دہائی کے اوائل میں ناکام ہو گیا۔ تاہم، یہ تجربہ بعد کی اسلامی بینکاری کی ترقی کی راہ ہموار کرنے میں اہم تھا۔

میت غمر غیر سودی بینک

اس تجربے کے خاتمے کے ساتھ ہی ایک اور کوشش ابھرنے کو تھی، اور اس بار مصر کے دیہی علاقے اس کا مرکز بنے۔ 1963 میں میت غمر اور دیگر دیہی علاقوں میں ایسے مقامی بچت بینکوں کا قیام عمل میں آیا جو اسلامی شریعت کے مطابق کام کرتے تھے۔ یہ تجربہ شاید جدید دور میں اسلامی بینکاری کے میدان میں پہلی باقاعدہ اور منظم

41 - Ḥamīd Allāh, Dr. Ḥamīd Allāh, Banūk al-Qarḍ bi Dūn Ribā, 1960, 493.

42 - Rodney Wilson, *Banking and Finance in the Arab Middle East*, Macmillan Publisher, London, 1983, 75.

کوشش تھی۔ ان بینکوں نے سود سے پاک نظام کے تحت کام کیا، جس کے نتیجے میں دیہی عوام میں زبردست پذیرائی ملی۔ اور صرف تین سال کے اندر ان بینکوں میں رقوم جمع کرانے والوں کی تعداد تقریباً 59000 تک پہنچ گئی۔

ان بینکوں میں جمع شدہ رقوم پر کوئی منافع نہیں دیا جاتا تھا، اور قرضے بھی صرف جمع کنندگان کو ہی دیے جاتے تھے تاکہ وہ انہیں مختلف مقاصد، جیسے رہائش، زراعت، اور متعلقہ مشینری کی خریداری کے لیے استعمال کریں۔

یہ تجربہ بھی زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا اور 1967 میں اسے ختم کر دیا گیا۔ اس کی ناکامی کی وجوہات میں اسلامی بینکاری کے نظریاتی فریم ورک کی عدم پختگی اور ماہر عملے کی کمیابی کے علاوہ سرکاری اداروں یا نجی شعبے کی طرف اس درجے کی سرپرستی اور توجہ کا نہ ملنا بھی تھا جو کسی بھی نئی اور اہم کوشش کو دی جانی چاہیے۔[43]

گزشتہ دونوں تجربات اگرچہ کامیاب نہ ہو سکے، لیکن انہوں نے مسلمانوں کے جوش و خروش اور اس خواہش کی عکاسی کی کہ وہ موجودہ سودی بینکاری نظام کا متبادل چاہتے ہیں، جو ان کی دینی تعلیمات کے مطابق ہو۔

تابونگ حاجی: ملائیشیا کا حج بچت فنڈ

تابونگ حاجی (TH) ملائیشیا میں ایک اہم مالی ادارہ ہے جس کا قیام 1963 میں عمل میں آیا تھا، اور اس کا مقصد مسلمانوں کو حج کے اخراجات کے لیے بچت کرنے اور ان کے پیسوں کو شریعت کے مطابق منظم کرنے میں مدد دینا ہے۔ چونکہ حج ایک مہنگا سفر ہے جس میں سفر، رہائش، اور دیگر اخراجات شامل ہیں، تابونگ حاجی ایک ایسا پلیٹ فارم فراہم کرتا ہے جس کے ذریعے مسلمان ملائیشیا میں اپنے پیسے شریعت کے مطابق بچا سکتے ہیں۔

ممبران کے لیے تابونگ حاجی اکاؤنٹ کھولنا آسان ہے اور یہ مختلف مقامات پر کیا جا سکتا ہے، جیسے تابونگ حاجی کے کاؤنٹرز، موبائل برانچز، اور بینک اسلام جیسے بینکوں کے ذریعے۔ بچت کے روایتی طریقوں کے علاوہ، ملائیشیا کے شہریوں کو تنخواہ کی کٹوتیوں کے ذریعے بھی بچت کرنے کی سہولت حاصل ہے، جس سے وقت کے ساتھ پیسے جمع کرنے کا عمل تسلسل سے جاری رہتا ہے۔

---

43 - Aḥmad Najjār, *Manhaj al-Ṣaḥwah al-Islāmīyah, Banūk bi-lā Fawā'id* (Qāhirah: Dār Wahdān, n.d), 115, 444.

اگرچہ ابتدائی سالوں میں انفراسٹرکچر کے مسائل اور آگاہی کی کمی جیسے چیلنجز تھے، تابونگ حاجی نے ثابت کیا کہ یہ ادارہ کامیاب اور لچکدار ہے۔ یہ ادارہ حالیہ برسوں میں کافی بڑھ چکا ہے اور اس کے اکاؤنٹ ہولڈرز کی تعداد 9 ملین سے زائد ہو چکی ہے۔ اس فنڈ کی کامیابی نے اسے اسلامی بینکاری کا ماڈل بنا دیا ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مالیاتی ادارے اسلامی اصولوں کے مطابق کام کرتے ہوئے بھی اپنے گاہکوں کو مالی فوائد فراہم کر سکتے ہیں۔

نتیجتاً، تابونگ حاجی ملائیشیا کے بہت سے مسلمانوں کو مذہبی فرائض کو بغیر مالی بوجھ کے ادا کرنے میں مدد فراہم کرتا ہے۔ اس فنڈ کی مسلسل کامیابی اس کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے ادارہ افراد کی بچتوں کو اکٹھا کرتا ہے اور اس سے شریعت کے اصولوں کے مطابق سرمایہ کاری کرتا ہے، جیسے رئیل اسٹیٹ، اسٹاک، اور حکومتی بانڈز وغیرہ۔ ان سرمایہ کاریوں سے جو منافع حاصل ہوتا ہے، وہ اکاؤنٹ ہولڈرز میں منافع کی صورت میں تقسیم کیا جاتا ہے، جس سے بچت کرنے والوں کے لیے اضافی فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ 2023 میں، اس فنڈ نے 3.1 فی صد منافع کا اعلان کیا، جو پچھلے سال کی 3.0 فی صد سے تھوڑا زیادہ تھا۔[44]

ان تجربات نے مسلمانوں کے اس مخلصانہ جذبے کو ظاہر کیا کہ وہ سودی نظام کو مسترد کرتے ہیں چنانچہ اسی سوچ اور جذبے کے پیشِ نظر مزید اسلامی مالیاتی ادارے قائم ہونا شروع ہو گئے۔

ناصر اجتماعی بینک

1971 میں مصر میں پہلا غیر سودی بینک "بنك ناصر الاجتماعي" قائم ہوا، جو1972-73ء میں فعال ہوا۔ ناصر اجتماعی بنک پہلا اسلامی سماجی مالیاتی ادارہ تھا جس کا مقصد اپنی خدمات اسلامی شریعت کے اصولوں کے مطابق فراہم کرنا اور سماجی انصاف کو یقینی بنانے کے لیے غریب و محروم طبقوں کی اقتصادی ترقی پر توجہ مرکوز کرنا تھا۔[45]

اس بینک کے بنیادی مقاصد اور کردار:

تمام سرگرمیوں میں شریعت کے اصولوں کا اطلاق، سماجی ہم آہنگی کو فروغ دینا اور پائیدار ترقی کو یقینی بنانا۔

---

44 - https://www.tabunghaji.gov.my/en/press-release/tue-04022024-1200/th-announces-sustainable-profit-distribution-310-2023-after-257#:~:text=TH%20Announces%20A%20Sustainable%20Profit,Zakat%20For%20Depositors%20%7C%20Tabung%20Haji.

45 - Kahf, M. (2004). *Islamic banks: The rise of a new power alliance of wealth and Shari'a scholarship*. In C. M. Henry & R. Wilson (Eds.), *The Politics of Islamic Finance*. (Edinburgh: Edinburgh University Press, n.d), 19.

چھوٹے اور درمیانے درجے کے کاروباروں کو سپورٹ کرنا تاکہ روزگار کے مواقع پیدا ہوں۔

ہنگامی حالات مثلاً آفات یا بحران میں خاندانوں کی مدد کرنا، امیر اور غریب کے درمیان فرق کو کم کرنا۔

1975 میں "دبئی اسلامی بینک" اور "اسلامی ترقیاتی بینک" کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے بعد 1977ء میں "فیصل اسلامی بینک مصر"، "فیصل اسلامی بینک سوڈان" اور "کویتی ہاؤس آف فنانس" قائم کیے گئے۔ 1978ء میں "اردنی اسلامی بینک برائے مالیات اور سرمایہ کاری" کا اضافہ ہوا۔ 1992ء تک دنیا بھر میں 90 سے زائد اسلامی بینک اور مالیاتی ادارے وجود میں آ چکے تھے[46]۔

عصر حاضر اور عالمی اسلامی بینکاری شعبے کی ترقی

تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق، دنیا بھر میں 1,500 سے زائد اسلامی مالیاتی ادارے موجود ہیں، جن میں اکثریت اسلامی بینکوں کی ہے اور ان میں سے اکثر مکمل طور پر اسلامی اصولوں کے مطابق اپنا ایک مالیاتی نظام رکھتے ہیں۔ یہ بینکس 60 سے زائد ممالک میں کام کر رہے ہیں، جن میں مشرقِ وسطیٰ، ایشیا اور افریقہ کے کچھ علاقے شامل ہیں۔ یہ ادارے عالمی اسلامی مالیاتی اثاثوں کا ایک بڑا حصہ رکھتے ہیں، جو 2023 تک تین (3) ٹریلین امریکی ڈالر سے تجاوز کر چکے ہیں۔ ابھرتی ہوئی معیشتوں میں خاص طور پر اس شعبے کی ترقی کی وجہ شریعت کے مطابق مالیاتی مصنوعات اور خدمات کی بڑھتی ہوئی طلب ہے[47]۔

گزشتہ پانچ سالوں میں عالمی اسلامی بینکاری شعبے کے اثاثہ جات نمایاں اضافہ ریکارڈ کیا گیا جو بہترین کارکردگی کے ساتھ ساتھ اہم عالمی چیلنجز کے مقابلے اسلامی بینکاری کے استحکام کو ظاہر کرتا ہے۔ مجموعی سالانہ ترقی کی شرح (CAGR) اثاثوں میں ٪ 10.72 فی صد، فنانسنگ میں ٪9.89 فی صد اور ڈپازٹس میں ٪8.76 فی صد ریکارڈ کی گئی، یہ اعداد و شمار اس شعبے کی مسلسل ترقی کی رفتار کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ ترقی خاص طور پر اس تناظر میں اور زیادہ اہم ہو جاتی ہے کہ جب مہنگائی کے دباؤ، معاشی بحران، اور جغرافیائی سیاسی کشیدگیوں نے عالمی مالیاتی منڈیوں کو عدم توازن کا شکار کر رکھا ہے۔

---

46 - *Maṣārif al-Islāmīyah bayn al-Naẓariyyah wa al-Taṭbīq* (ʻUrdun, ʻAmmān: Dār Usāmah li al-Nashr, 1998),. 177.

47 - https://www.lseg.com/en/insights/data-analytics/navigating-uncertainty-global-islamic-finance-assets-expected-to-exceed-67-trillion-by-2027.

عالمی اسلامی بینکاری شعبے کی ترقی		
مجموعی سالانہ ترقی کی شرح (2018Q4 - 2023Q4)(CAGR)		
ڈپازٹس 8.76%	فنانسنگ 8.76%	اثاثہ جات 10.72%
YoY (2023Q4)		
5.97%	7.92%	7.21%

علاقائی اسلامی بینکاری اثاثہ جات

Regional Islamic Banking Assets (USD billion) (2022Q4 - 2023Q4)

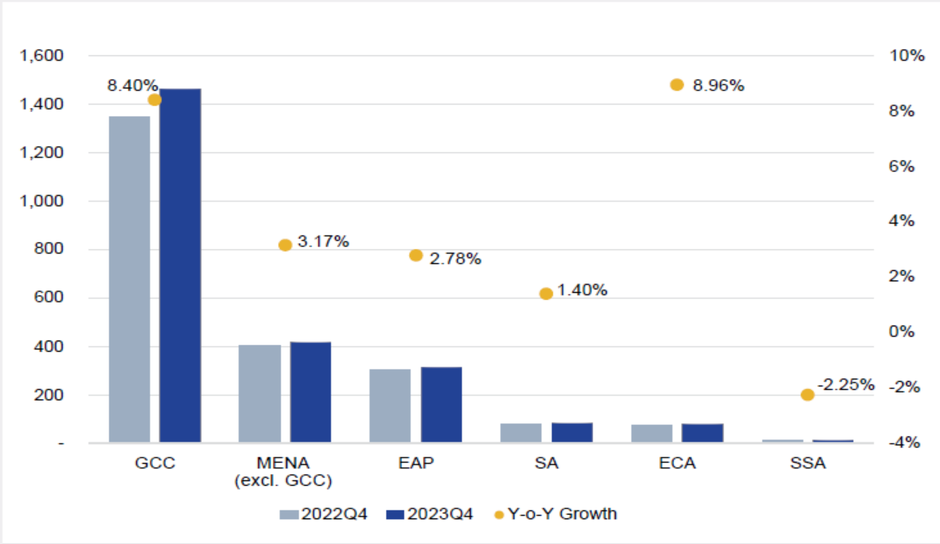

Source: IFSB Secretariat workings based on PSIFIs, data extracted from various RSAs' websites, and annual financial reports of Islamic banks.

اسلامی بینکوں کے اثاثوں میں نمایاں سال بہ سال ترقی کے عوامل

اسلامی بینکوں کے اثاثہ جات میں سال بہ سال مذکورہ نمایاں اضافہ مختلف عوامل کی مرہون منت ہے۔ جن میں شریعت کے مطابق مصنوعات کی بڑھتی ہوئی طلب، تیل بر آمد کرنے والے ممالک کے وافر مالی وسائل، عالمی سطح پر نئے اسلامی بینکوں/شاخوں کا قیام، سیاحت، اور مینوفیکچرنگ جیسے شعبے شامل ہیں، مذکورہ اور دیگر کئی عوامل نے اسلامی بینکاری کے اثاثوں کو روایتی سودی بینکاری کے اثاثوں کی بنسبت تیزی سے ترقی دیتے ہوئے آگے بڑھایا۔

اسلامی بینکوں کی فنانسنگ میں اضافہ

اسلامی بینکوں کی فنانسنگ میں اضافہ بنیادی طور پر گھریلو، رئیل اسٹیٹ، ہول سیل، اور تعمیراتی شعبوں کی وجہ سے ہوا، جو کرونا وبا کے بعد بحالی کے مرحلے سے گزرتے ہوئے بہترین معاشی حالات کی طرف بڑھ رہے ہیں

ڈپازٹس میں اضافہ

ڈپازٹس میں بھی اضافہ دیکھا گیا، جس سے مالی وسائل فراہم کرنے کی صلاحیت میں بہتری آئی۔ ڈپازٹس میں یہ ترقی سال بہ سال 13.81٪ فی صد اور پرافٹ شیئرنگ انویسٹمنٹ اکاؤنٹس میں 9.50٪ فی صد اضافے کے ساتھ ریکارڈ کی گئی۔[48]

نتائج بحث

1. عصر حاضر میں غیر سودی بینکاری، عالمی نظامِ معیشت میں ایک واضح اور بڑی حقیقت کے ساتھ موجود ہے۔
2. غیر سودی بینکاری کے ارتقاء و تاریخ پر لکھنے والے محققین اگرچہ اس حوالے سے تو مختلف آراء رکھتے ہیں کہ اسلامی مالیاتی اداروں کے قیام کو غیر سودی بینکاری کا آغاز تسلیم کیا جائے یا سینکڑوں سالوں سے مسلم معاشروں میں موجود تجارتی قرض کے لین دین اور مضاربت پر مشتمل مسلمان تاجروں کی سرگرمیاں اس کا آغاز ہیں۔ بہرحال تمام محققین اس بات پر تو متفق ہیں کہ حرمت سود سے متعلق مسلم معاشروں کی حساسیت کے پیش غیر سودی معاشی سرگرمیاں ہی ہمیشہ سے مسلمانوں کی ترجیح رہی ہیں۔
3. باہمی تجارتی اور معاشی سرگرمیوں کے لیے جس طرح عصر حاضر میں مشترکہ تجارتی کمپنیاں قائم کی جاتی ہیں بالکل ایسے ہی قبائل عرب عموما ایک قبیلے کے افراد کی حد تک اور کبھی ایک سے زائد قبیلے مل کر مشترکہ سرمایے کی صورت میں اپنی تجارتی سرگرمیاں سرانجام دیتے تھے۔
4. اسلامی معاشروں میں رائج معاشی سرگرمیاں قدیم تہذیبوں میں متداول بینکنگ سرگرمیوں سے بعض اعتبارات سے مماثل بلکہ ممتاز تھیں۔
5. بعض محققین مسلم معاشروں میں رائج معاشی سرگرمیوں کو جدید غیر سودی بینکنگ کا نقطۂ آغاز سمجھتے ہیں۔
6. عہد رسالت ﷺ اور اس کے بعد مسلم معاشروں میں تجارتی مقاصد کے لیے ڈیپازٹس کے لین دین اور سرمایہ کاری کی مختلف سرگرمیوں کی موجودگی کا پتا چلتا ہے۔

---

[48] https://www.ifsb.org/wp-content/uploads/2024/09/IFSB-Stability-Report-2024-8.pdf

7. امانت کی رقوم کو قرض میں بدلنے سے متعلق حضرت زبیر کی حکمت عملی ایک قسم کی بینکنگ سرگرمی تھی، اگرچہ سادہ انداز میں، جو اس وقت کی معاشی اور مالیاتی سرگرمیوں کے مطابق تھی۔ فرق صرف اتنا ہے کہ آپ کا یہ تعامل انفراداً تھا جب کہ آج کل کے غیر سودی بینکس اس طرح کی خدمات بڑے اور وسیع پیمانے پر سرانجام دیتے ہیں۔
8. بیت المال اور سرکاری خزانے کی رقوم بھی تجارتی مقاصد کے لیے بطور قرض دی جاتی تھیں۔
9. سرکاری خزانے کے اموال کی بطور مضاربت سرمایہ کاری کے نظائر بھی قرون اولیٰ میں موجود ہیں۔
10. ،فقہاء رحمھم اللہ تعالیٰ نے بھی مالی سرمایہ کاری کی بعض اقسام، جیسے مضاربت وغیرہ پر بحث کی ہے، اس ضمن میں انہوں نے اس مسئلہ پر بھی بحث کی ہے کہ کیا ایک سے زائد سرمایہ داران (مالکان) اور ایک سے زائد عاملین بھی ہو سکتے ہیں؟ جو کہ معاصر اسلامی بینکاری میں متداول ہے۔ فقہاء کرام کا مضاربت کے اس پہلو پر گفتگو کرنا اس بات کی نشان دہی کرتا ہے کہ لوگوں کی معاشی سرگرمیاں انفرادی دائرے کے ساتھ ساتھ اجتماعی نظم کے تحت بھی وقوع پذیر ہونا شروع ہو گئیں تھیں۔
11. انیسویں صدی کے آخر سے بیسویں صدی کے وسط تک ہندوستان کی بعض مسلم آبادیوں میں کچھ ایسی نجی سوسائٹیوں کا ذکر ملتا ہے جو سود سے پاک قرض فراہم کرتی تھیں۔
12. روایتی سودی نظام کے متبادل کے طور پر اسلامی مالیات کے پہلے باقاعدہ ماڈل کا عملی تجربہ 1950ء کی دہائی کے آخر میں پاکستان کے بعض دیہاتوں میں کیا گیا۔
13. 1971 میں مصر میں سرکاری سطح پر پہلا غیر سودی بینک "بنك ناصر الاجتماعي" قائم ہوا، جو 1972-73ء میں فعال ہوا۔
14. تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق، دنیا بھر میں 1,500 سے زائد اسلامی مالیاتی ادارے موجود ہیں، جن میں اکثریت اسلامی بینکوں کی ہے۔
15. اسلامی مالیاتی ادارے، عالمی مالیاتی اثاثوں کا ایک بڑا حصہ رکھتے ہیں، جو 2023 تک تین (3) ٹریلین امریکی ڈالر سے تجاوز کر چکے ہیں۔

16. اسی طرح اس تحقیق سے ان خیالات کا رد بھی ہو گیا جن کے مطابق غیر سودی بینکاری کا تعلق مشرق وسطی یا اسلامی معاشروں کی موجودہ معاشی ترقی سے ہے اور ماضی میں مسلم معاشرے موجودہ غیر سودی بینکنگ سرگرمیوں کے وجود سے بالکل خالی ہیں۔ البتہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ عصر حاضر کی طرح منظم غیر سودی بینکنگ سرگرمیاں ماضی میں نہیں تھیں، لیکن اس سے یہ ثابت کرنا کہ ایسی سرگرمیاں ماضی میں موجود ہی نہیں تھیں بہر حال بلا دلیل بات ہے۔ یہ ضرور ہے کہ مشرق وسطی اور دیگر مسلم ممالک کی معاشی ترقی سے غیر سودی بینکاری کو بہر حال تقویت ملی ہے۔

Bibliography

1. Al-Qurʾān
2. Al-ʿAsqalānī, Aḥmad ibn ʿAlī. Fatḥ al-Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al-Bukhārī. Beirut: Dār al-Maʿārif, 1397 AH.
3. Al-Farghānī, Burhān al-Dīn Abū al-Ḥasan. Al-Hidāyah maʿa al-Dirāyah.
4. Al-Jawzī, Jamāl al-Dīn Abū al-Faraj ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAlī. Zād al-Masīr fī ʿIlm al-Tafsīr. Beirut: al-Maktabah al-Islāmīyah.
5. Al-Jurjānī, Muḥammad Sharīf. *al-Ta'rīfāt*. Egypt: Dār al-Rayyān li al-Turāth, 1403 AH.
6. Al-Mawsūʿah al-Fiqhīyah al-Kuwaytīyah. Wizārat al-Awqāf wa al-Shuʾūn al-Islāmīyah. Miṣr/Egypt: Maṭbaʿ Dār al-Hijrah, n.d.
7. Al-Nasāʾī, Aḥmad ibn Shuʿayb. Al-Sunan al-Ṣughrā li al-Nasāʾī.
8. Al-Nawawī, Abū Zakariyyā Muḥyī al-Dīn Yaḥyā ibn Sharaf. Al-Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim ibn al-Ḥajjāj. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī.
9. Al-Suyūṭī, Jalāl al-Dīn. Al-Durr al-Manthūr fī al-Tafsīr bi al-Maʾthūr.
10. Al-Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muḥammad ibn Jarīr ibn Yazīd ibn Kathīr ibn Gālib. Jāmiʿ al-Bayān fī Taʾwīl al-Qurʾān. Beirut: Dār al-Turāth, n.d.
11. Al-Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muḥammad ibn Jarīr. Tārīkh al-Umam wa al-Mulūk.
12. Al-ʿUbādī, Abdullah Abdurraḥīm. Mawqif al-Sharīʿah min al-Maṣārif al-Islāmīyah al-Muʿāṣirah. Beirut: Al-Maktabat al-Asrīyah.
13. Anīs, Ibrāhīm, et al. *al-Mu'jam al-Wasīṭ*. Cairo: Maktabat al-Shurūq al-Dawlīyah, 2002.
14. Balā, Maḥawlah. Al-Maṣārif wa al-Aʿmāl al-Maṣrafīyah.
15. Gharbāl, Muḥammad Shafīq. Al-Mawsūʿah al-ʿArabīyah al-Muyassarah. 2nd ed. Cairo: Dār al-Shaʿb, 1972.
16. Ḥamūd, Ḥasan. Taṭwīr al-Aʿmāl al-Maṣrafīyah bimā Yattafiq maʿa Aḥkām al-Sharīʿah al-Islāmīyah. 2nd ed. ʿAmmān: Maṭbaʿat al-Sharq, 1982.
17. Ibn Hishām, ʿAbd Allāh ibn. Al-Sīrah al-Nabawīyah. Lubnān: Dār al-Jīl, n.d.

18. Ibn Kathīr, Abū al-Fidāʾ Ismāʿīl. Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm. Beirut: Dār al-Maʿrifah, n.d.

19. Ibn Saʿd. Al-Ṭabaqāt al-Kubrā. Beirut: Dār lil-Ṭibāʿah wa al-Nashr, 1957.

20. Kahf, M. "Islamic Banks: The Rise of a New Power Alliance of Wealth and Sharīʿah Scholarship." In The Politics of Islamic Finance, edited by C. M. Henry and R. Wilson. Edinburgh: Edinburgh University Press, 2004.

21. London Stock Exchange Group. "Navigating Uncertainty: Global Islamic Finance Assets Expected to Exceed $6.7 Trillion by 2027." Accessed April 2, 2024. https://www.lseg.com.

22. Maḥjūb, Fāṭimah. Dāʾirat Maʿārif al-Nāshiʾīn. Miṣr: Dār al-Ḥalāl, n.d.

23. Mālik ibn Anas. Muwaṭṭāʾ Imām Mālik. Beirut: Dār al-Fikr, 2002.

24. Muslim, Abū al-Ḥasan. Ṣaḥīḥ Muslim. Beirut: Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, n.d.

25. Najjār, Aḥmad. Manhaj al-Ṣaḥwah al-Islāmīyah: Banūk bi-lā Fawāʾid. Cairo: Dār Wahdān.

26. Pānīpatī, Thanāʾ Allāh. Tafsīr Maẓharī. Lahore: Zia ul Qur'ān Publisher, 2002.

27. Raḥīm, ʿAbd al-Razzāq. Al-Maṣārif al-Islāmīyah bayn al-Naẓariyyah wa al-Taṭbīq. ʿAmmān: Dār Usāmah li al-Nashr, 1998.

28. Shammāʿ, Khalīl. Idārat al-Maṣārif. Baghdād: Maṭbaʿat al-Zahrāʾ, 2nd ed., 1975.

29. Ṣiddīqī, Dr. Najāt Allāh. Sharikah wa Muḍārabah ke Sharʿī Uṣūl. Delhi: Markazī Maktabah Islām.

30. Tabung Haji. "TH Announces a Sustainable Profit Distribution 3.10% for 2023 After Zakat for Depositors." Accessed April 2, 2024. https://www.tabunghaji.gov.my.

31. ʿUthmānī, Muftī Taqī. Takmilah Fatḥ al-Mulhim. Karachi: Maktabat Dār al-ʿUlūm, 2009.

32. Wilson, Rodney. Banking and Finance in the Arab Middle East. London: Macmillan Publisher, 1983.